سرزمین ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ سے شائع ہونے والا پہلا

دینی، علمی، ادبی واصلاحی رسالہ

دوماہی

افکار

جلد (۱) شمارہ (۳)

شوال، ذی قعدہ ۱۴۴۴ھ مئی، جون ۲۰۲۳ء

مدیر

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

مجلس ادارت

- مولانا مفتی محمد صادق صاحب قاسمی مبارکپوری
- مولانا مفتی شاکر عمیر صاحب معروفی قاسمی مظاہری
- مولانا مفتی وصی الرحمٰن صاحب قاسمی محمد آبادی
- مولانا مفتی لطیف الرحمٰن صاحب قاسمی جہاناگنجی
- مولانا عبد العلیم صاحب قاسمی اعظمی
- مولانا شاہ عالم صاحب قاسمی ولید پوری

مجلس انتظامیہ

- ماسٹر قاری شمس الاسلام صاحب اعظمی
- قاری عبد الرحمٰن صاحب اعظمی
- جناب فیصل نعیم صاحب اعظمی
- مولانا نور الاسلام صاحب اعظمی
- قاری حنظلہ توحید صاحب اعظمی
- حافظ محمد اسحاق صاحب اعظمی

زیر اہتمام

انجمن اصلاح معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

دوماہی ''افکار'' ابراہیم پور

جلد(۱) مئی، جون ۲۰۲۳ء شمارہ(۳)

زرتعاون: فی شمارہ =/25 سالانہ عمومی=/150 خصوصی=/500 اعزازی =/1000

آئینہ افکار

(۱)	آئینہ گفتار (اداریہ)	مدیر کے قلم سے	۳
(۲)	نعت النبی ﷺ	علامہ سیفی الاعظمی	۴
(۳)	دو مذموم خصلتیں	مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی	۵
(۴)	کیا مسجد اقصیٰ ہماری نہیں؟	حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری	۸
(۵)	یہ دینی تعلیم کے سرچشمے	حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری	۱۰
(۶)	اصلاح معاشرہ اور ہمارا رویہ	مفتی وصی الرحمٰن قاسمی محمد آبادی	۱۲
(۷)	ہمارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے	ارشد جمال عمار قاسمی کوپاگنجی	۱۴
(۸)	دردِ دل (منظوم کلام)	حبیب اعظمی	۱۶
(۹)	مولانا رحمت اللہ اعظمی.....(تعارف وتبصرہ)	مولانا عبدالعلیم قاسمی اعظمی	۱۸
(۱۰)	آہ.....مولانا سید محمد رابع حسنیؒ	حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری	۲۱
(۱۱)	افکار کی ڈاک	قارئین افکار	۲۳

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

رسالہ کے مستقل خریدار بننے کے لیے مدیر کے اس واٹساپ نمبر پر رابطہ کریں:

Mb- 8090707844

شائع کردہ

انجمن اصلاح معاشرہ، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

اداریہ ....

آئینۂ گفتار

مدیر کے قلم سے.......

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

مخلوط تعلیم کے نتیجے میں رونما ہونے والے ارتداد کے حالیہ نا قابل یقین واقعات قوم وملت کے لیے نہایت تکلیف دہ امر ہیں۔اب بھی واقعی عملی اور زمینی اقدام کی سخت ضرورت ہے۔

اس قسم کی خبروں کو کچھ عرصہ پہلے تک لوگ مبالغہ آرائی پر محمول کیا کرتے تھے، اب بھی جو خبریں اس قسم کی موصول ہوتی ہیں انھیں زیادہ تر لوگ مبالغہ پر محمول کر کے درکنار کر دیتے ہیں، جب کہ اب ایسے معاملے ملک کے طول وعرض میں ہر جگہ مزید بڑھتے ہی جا رہے ہیں، اگر اب بھی ان پر شکنجہ نہ کسا گیا تو آگے نہ معلوم کیا کیا سننے اور دیکھنے کو پڑ سکتے ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے علاقے کا جائزہ لے کر صحیح صورت حال سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔اس کے لیے سب سے پہلے مخلوط تعلیم کا نظام ختم کر کے بلا تاخیر اس کا نعم البدل شروع کرنا ضروری ہے۔اعلی طرز کے اسلامی ماحول وتربیت والے اسلامی اسکول وکالج قائم ہونے لگیں تو ان شاء اللہ موجودہ مشکل اور نا قابل یقین حالات پر بہت حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ماہرین علوم مسلم دانش وروں اور وکلاء کی آراء اور تحریروں سے بھی رہنمائی حاصل کی جانی چاہیے اور فکر مند اہل علم ودانش علاقے کی ذمہ دار شخصیات کے ساتھ تبادلۂ خیال کر کے ہم بہتر طریقے سے عملی اقدامات کر سکتے ہیں۔

اللہ کرے کہ حالات جلد درست ہوں اور اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے فکر مند ہوں۔　　حبیبؔ اعظمی

بارگاہِ رسالت ﷺ میں

از علامہ سیفی الاعظمیؒ

ہاشمی تاجورؐ اے شہِ بحر و برؐ، اب نہیں تابِ فرقت بلا لیجئے
شاہ کون ومکاںؐ، سرورِ ایں وآںؐ، مضطرب ہے طبیعت بلا لیجئے

آپؐ کے درد ہجراں کا بیمار ہوں، پنجۂ مفلسی میں گرفتار ہوں
سخت مجبور ہوں سخت لاچار ہوں، دیکھئے میری حالت بلا لیجئے

میں کہ ہوں مبتلائے یقین وگماں، جانے والے چلے جاتے ہیں بےگماں
مجھ کو اے ماورائے یقین وگماںؐ، قاسم فیض قدرت بلا لیجئے

آخری قافلہ بھی مرے گاؤں کا، ہائے اب کے برس بھی چل ہی دیا
میں مچلتا تڑپتا یہیں رہ گیا، اے عناں گیر قدرت بلا لیجئے

آپؐ کی اک نظر ہے متاعِ سفر، لاکھ درپیش دشواریاں ہیں مگر
بے کسوں کے مسیحاؐ مرے چارہ گرؐ، ہے یہی ایک حسرت بلا لیجئے

صدقہ اے شاہِ دیںؐ اپنے نعلین کا، صدقہ شیخینؓ کا فخر نورینؓ کا
صدقہ حیدرؓ کا زہراؓ کا حسنینؓ کا، اب مجھے میرے حضرت بلا لیجئے

یا نبیؐ تابکے کرب سوزِ دروں، اس طرح سے جدائی میں سہتا رہوں
درد ہوتا ہی جاتا ہے حد سے فزوں، اے سراپائے راحت بلا لیجئے

سیفی بےنوا اک غلام آپؐ کا، کیا تڑپتے تڑپتے ہی مر جائے گا؟
پیکر رحمتِ بیکراں مصطفیٰؐ، مظہر شانِ رحمت بلا لیجئے

دو مذموم خصلتیں

مولانا محمد شاکر عمیر معروفی قاسمی مظاہری

بیجا کسی کی عزت داؤ پر نہ لگائیے

اسلام ایک صاف وستھرا اور پاکیزہ دین ہے، اس میں ایک دوسرے کی عزت وآبرو کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، اور کسی کو بے عزت ورسوا کرنے سے منع کیا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: ''إِنَّ دِمَـائَـكُـمْ وَأَمْـوَالَـكُـمْ وَأَعْـرَاضَـكُـمْ عَـلَيْـكُـمْ حَـرَامٌ كَـحُـرْمَةِ يَـوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ''. (بخاری: ۱۷۳۹ و مسلم: ۱۶۷۹)

ترجمہ: بالیقین تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں اسی طرح سے تمہارے اوپر حرام ہیں، جیسے کہ یہ دن، یہ شہر (مکہ مکرمہ) اور یہ ماہ (ذوالحجہ) حرمت والا ہے۔

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ''. (مسلم: ۲۵۶۴)

یعنی ہر مسلمان کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

احادیث بالا کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کسی کی آبرو پر بیجا حملہ حرام وناجائز ہے، رسول اللہ کی ایک حدیث میں مزید اس کی سنگینی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ''.

(رواہ ابوداود: ۴۸۷۶)

یعنی بدترین سود یہ ہے کہ آدمی ناحق کسی مسلمان کی بے عزتی کرے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ”إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَمِنَ الْكَبَائِرِ السَّبَّتَانِ بِالسَّبَّةِ.“ (رواہ ابوداود:۴۸۷۷)

یعنی بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی ناحق کسی مسلمان کی بے عزتی میں زبان دراز کرے، اور یہ بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ ایک گالی کے بدلے دو گالیاں دی جائیں۔

شریعت نے الزام تراشی کی انتہائی کڑی سزا سنائی ہے:

”مَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللّٰهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ.“ (أخرجہ ابوداود:۳۵۹۷ واحمد:۵۳۸۵)

جس نے کسی مومن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانہ جہنمیوں میں بنائے گا یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات سے توبہ کرلے۔

سنی سنائی خبروں کو بلا تحقیق ہوا نہ دیجئے

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ.“ (الحجرات:۶)

خلاصۂ تفسیر: اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو (بدون تحقیق کے اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ عمل کرنا مقصود ہو تو) خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ (معارف القرآن)

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

”كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.“ (المستدرك على الصحيحين:۱/۳۱۱، رقم:۳۸۹)

انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے، بیان کرتا پھرے۔

ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے:

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ." (رواہ مسلم فی المقدمة، رقم:۵)

انسان کے جھوٹ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے، بیان کرتا پھرے۔

لمحہ فکریہ

کیا ہم مسلمانوں نے احادیث بالا کی روشنی میں کسی کی بیجا آبرو ریزی کرتے ہوئے، کسی کی عزت پر حملہ کرتے ہوئے، کسی پر منفی تبصرہ کرتے ہوئے، کسی پر جھوٹا الزام دھرتے ہوئے کبھی غور وفکر کیا کہ ہم کیسا سنگین جرم اور گھناؤنا عمل کر رہے ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ عوام تو عوام، خواص کا ایک بڑا طبقہ بھی اس طرح کے گناہوں میں پیش پیش ہے؟ کیا اس عمل کے مضر اثرات اور آخرت میں اس کے خطرناک نتائج سے ڈر نہیں لگتا؟

آخر ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ خوب مزے لے لے کر اس طرح کی حرکتوں کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اور کبھی اس برے عمل پر ندامت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق نہیں ملتی، نتیجہ یہ ہے کہ آج ہر طرف ایک دوسرے سے بدظنی اور بدگمانی پھیلی ہوئی ہے، جو دنیا وآخرت میں ناکامی کا سبب ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کی اصلاح فرمائے، اور اس طرح کی غلط حرکتوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کیا مسجد اقصیٰ ہماری نہیں؟

مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

اس سال بھی جاری رمضان میں اسرائیل ملعون کی صہیونی فوج اور یہودیوں کی جانب سے بابرکت مسجد الاقصی (فلسطین) کی بے حرمتی اور نمازیوں پر تشدد کی الم ناک خبریں عالم اسلام کی اپنے قبلہ اول سے حد درجہ غفلت ولاپرواہی اور دینی شعائر کے تعلق سے انتہائی بے حسی کا کھلا ثبوت ہیں۔

مکہ و مدینہ کے بعد تیسرے سب سے مقدس مقام ''بیت المقدس'' میں واقع مسجد اقصی مسلسل یہودی استعماریت اور صہیونی ظلم وستم کا شکار ہے، لیکن دنیا بھر کے سوا ارب سے زائد اسلام کے نام لیوا اپنے ۵۷ ملکوں کے اقتدار، فوج اور طاقت وقوت کے باوجود اب تک مسجد اقصی کو اسرائیل کی ظالمانہ قید سے آزاد نہ کرا سکے، دنیا کے لاکھوں مسلمان مسجد اقصیٰ کی بازیابی کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، عالمی سطح پر جابجا احتجاج ہو رہے ہیں، مسلم تنظیموں کی جانب سے مذمتی قرار دادیں پاس ہوتی ہیں اور عالمی برادری بھی فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی ظلم کے خلاف بارہا آواز بلند کر چکی ہے۔

لیکن ان سب کے باوجود پون صدی سے زائد عرصہ سے بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہے، جہاں واقع عظیم ترین برکت وتقدیس کی حامل مسجد اقصیٰ پر یہودی فوج کے جارحانہ حملے جاری ہیں اور بلا کسی روک ٹوک کے وہ پرامن نمازیوں پر شدید قسم کے وحشیانہ ظلم کر رہے ہیں۔

گزشتہ کئی برسوں سے رمضان کے مقدس مہینے میں بھی اقصیٰ اپنے نمازیوں کے لہو سے سرخ ہوتی رہی ہے، جو مسجد میں سربسجود ہونے اور محض عبادت کے لیے آتے ہیں اور پورے امن کے ساتھ صرف نماز کی ادائیگی چاہتے ہیں، انھیں بھی آنے سے روکا جاتا

ہے اوران پر گولیاں چلائی جاتی ہیں، گولے داغے جاتے ہیں، بچوں اور عورتوں تک کو گرفتار کیا جاتا ہےاور سلاخوں کے پیچھے ڈال کران کی زندگی کودشوار تر کر دیا جاتا ہے۔

ایک طویل سرفروشانہ جد وجہد اور قربانیوں کے بعد فلسطینی قوم آج بھی مظلومیت کے اسی مقام پر کھڑی ہے، اسے اب بھی اپنے ہی گھر سے بے گھر کیا جارہا ہے، اپنے ہی علاقے میں قید وبند میں مبتلا کیا جارہا ہے، اپنی ہی مسجدوں سے محروم کیا جارہا ہے اور یہ سب کچھ ظالم وغاصب اسرائیل کی جانب سے کھلے عام پورے پلان کے ساتھ جاری ہے، جب کہ عالمی برادری صرف قوانین اور تجاویز پاس کرنے تک بظاہر سرگرم دکھائی دیتی ہے اور اسرائیل اپنے خلاف ان سب تجاویز کو بیک قلم رد کر دیتا ہے اور پھر دنیا اسے کچھ نہیں کہتی۔

سوال یہ ہے کہ کب تک یہ خاک وخون کا سلسلہ چلتا رہے گا؟ کب تک فلسطینی قوم اسرائیل کے ظلم وستم کا شکار رہے گی؟ کب تک مسجد اقصیٰ یہودی استعماریت کے سائے میں ہوگی اور کب بیت المقدس ناپاک صہیونیوں کے ظلم سے پاک ہوگا؟

کیا دنیا بھر کے سوا ارب سے زائد مسلمانوں کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ مسجد اقصی کی حفاظت، بیت المقدس کی بازیابی اور فلسطین کی آزادی کے لیے پورے جذبۂ ایمانی کے ساتھ میدان عمل میں اتریں اور غاصب اسرائیل سے اپنا قبلہ اول واپس لے سکیں؟

عرب کے حکمرانوں سے لے کر عجم کے نوابوں اور شرق وغرب کے عام مسلمانوں کی بھی یہ دینی وملی ذمہ داری ہے کہ وہ مکہ ومدینہ کی طرح بیت المقدس کو بھی عزیز سمجھیں اوراس سے بھی اسی طرح محبت کریں جیسے ان کو حرمین شریفین سے دل و جان سے زیادہ محبت ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

یہ دینی تعلیم کے سرچشمے

مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

بنیادی طور پر ہندوستان کے دینی مدارس کا موجودہ نظام انگریزی استعمار کے بعد سے وجود میں آیا، دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ قیام کے وقت جو حالات اور مسائل و مشکلات تھیں، اگر ان کو پیش نظر رکھا جائے تو نظام مدارس کو سمجھنا آسان رہے گا۔

قیام دارالعلوم دیوبند کے بعد دینی مدارس کے قیام کے تحریک پورے ملک میں جاری ہوئی، جس نے حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقائے کار کے طے کردہ ''اصول ہشتگانہ'' کی روشنی میں مدارس کے نظام کو مرتب کیا اور یہ مدارس آج بھی اسی نہج پر قائم ہیں۔

موجودہ ملکی حالات میں بھی اکثر و بیشتر دینی مدارس اور ان کے کردار پر انگلیاں اٹھائی جاتی رہی ہیں، لیکن ان کی حقیقی اور زمینی خدمات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

انگریزی دورِ حکومت میں بھی اور آج کے زمانے میں بھی لوگوں کو دین اور دینی تعلیم سے دور کرنے کی جو کوشش ہے؛ اسے دیکھتے ہوئے ان مدارس اسلامیہ کے وجود کو اللہ کی عظیم نعمت ہی کہا جائے گا؛ ورنہ بقول اقبال مرحوم:

> ''ان مدارس کو ان کے حال پر رہنے دو؛ اگر یہ مدارس ختم ہوگئے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ میں اندلس میں دیکھ آیا ہوں، جہاں قرطبہ، الحمراء اور غرناطہ کے محلات کے علاوہ آج مسلمانوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، اگر ہندوستان سے یہ مدارس ختم ہوگئے تو یہاں بھی لال قلعہ اور تاج محل و قطب مینار کے سوا مسلمانوں کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔'' (انتہی ملخصاً)

آج ضرورت ہے کہ لوگوں کو دینی مدارس سے قریب کیا جائے، عوام کو مدارس سے جوڑا جائے اور دینی تعلیم و تربیت کے ان مراکز کے عملی کردار کو مضبوطی کے ساتھ

بحال کیا جائے، جو کمیاں اور خرابیاں در آئی ہیں ان کو حکمت و تدبیر کے ساتھ دور کیا جائے اور قوم کو مدارس کی عظیم تاریخ اور خدمات سے آگاہ کرتے رہا جائے، اسی میں مسلمانوں کے لیے بھلائی اور عافیت ہے۔

یقیناً مدارس میں بہت سے امور قابل اصلاح اور لائق غور وفکر ہیں، جن کی طرف وقتاً فوقتاً اہل علم وقلم کی جانب سے رہ نمائی بھی ہوتی رہی ہے۔

ہر دور میں لوگوں کو مدارس سے کاٹنے اور الگ کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں اور طرح طرح سے مدارس کو بدنام کرنے اور بند کرنے کی سازشیں جاری ہیں، ہمیں ان سب سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

برائیوں کے اس دور میں یہ مدارس سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں، جن کی برکت سے قوم وملت کو اب بھی قرآن وحدیث سے واقفیت اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی نصیب ہوتی ہے۔

اس لیے ان مدارس کا ہر طریقے سے تعاون وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور تعاون کے جو بھی طریقے ہو سکتے ہیں ان سب کو بروئے کار لاکران مدارس اور ان کے طریقہ ونہج کی حفاظت ضروری ہے۔

(بقیہ ص ۲۴ کا) ....نظم کافی متاثر کرنے والی ہے، ایسے موضوعات پر نظمیں اور مضامین لکھنے کی ضرورت ہے، امید کہ تعلیم یافتہ طبقہ ایسے موضوعات کو ٹچ کرے گا، آپ نے ایک رسالہ کا جاری کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ کبھی سوچا بھی نہیں کہ ہم یا ہمارے دوستوں میں کوئی ایسی تاریخ لکھے گا۔

کاما کا استعمال زیادہ ہوا ہے، وقفہ کے استعمال کم ہی ہے۔ اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ احادیث، حقائق اور اقوال کا حوالہ اگر تفصیل کے ساتھ فوٹ نوٹ پر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔

تبصرہ نگار: مولانا زاہد کمال صاحب قاسمی ولید پوری زید مجدہ

اصلاح معاشرہ اور ہمارا رویہ

مولانا مفتی وصی الرحمٰن قاسمی محمد آبادی

روز اول سے ہی معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں رسومات وبدعات، خرافات، کے قلع قمع اور بیخ کنی کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں لیکن پہلے کے مصلحین اور مخلصین اور آج کے مصلحین میں اچھا خاصا فرق نظر آتا ہے پہلے کے لوگ اصلاحی کام اپنے اور اپنوں کی آراستگی کے ساتھ کیا کرتے تھے اور آپسی تمام گلے شکوے دور کر کے اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر قوم وملت کی صلاح وفلاح کے طریقے پر کار بندرہ کر اپنے فریضے کو انجام دیتے تھے اس لیے اس کا خاطر خواہ اثر قوم پر مرتب ہوتا تھا۔

لیکن اس کے برعکس آج تو گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، قصبہ قصبہ ادارے، انجمنیں اصلاح معاشرے کے لیے کام کر رہی ہیں لیکن بے معنی ثابت ہو رہی ہیں۔ ایسا کیوں؟

غور کیا جائے تو اس کی متعدد وجوہات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

آج اصلاح کے کام کرنے والے خود کو، آل واولاد، گھر بار، اپنے حواری مزاری کو ماورا کر کے عموما یہ کام انجام دے رہے ہیں اور اپنی اصلاح پر توجہ دیے بغیر صرف دوسروں کی اصلاح کر رہے ہیں، اس وجہ سے آج عوام پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جب کہ عوام الناس کو مصلحین کی بات کو دیکھنا چاہیے نہ کہ ذات کو یہی نیکوں کی پہچان ہے۔ مشہور مقولہ ہے: **السعید من وعظ لغیرہ.** نیک آدمی دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عوام پر بات اسی وقت اثر انداز ہوتی ہے جب خود اس خوبی کو اپنا کر لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اور یہ کیسی بات کہ لوگوں کو اچھائی

کی طرف بلایا جائے اور اپنے کو بھلا دیا جائے قرآن مقدس کی آیت ’’اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم‘‘ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ خود کو سنوارنے کی کوشش ضروری ہے۔

لیکن آج اندر خانے ایسے مصلحین اکثر و بیشتر ساری رسومات و بدعات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دوسروں کو اس سے اجتناب کا ڈنکا پیٹتے ہیں، اس لیے ساری کوششیں بے کار اور رائیگاں چلی جاتی ہیں، دوسرے یہ کہ جو حضرات اس طرح کے پروگرام کے لیے سرگرداں رہتے ہیں عموماوہ گروپ کی شکل اختیار کرتے ہیں وہ اپنے گروپ ہی کے افراد سے فقط کام لیتے ہیں اور دوسروں سے پہلو تہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ عوام دیکھتی ہے کہ یہ لوگ تو اپنے ہی پیچھ لگو اور نیچ لگو کو ساتھ لیے پھرتے ہیں فلاں فلاں علاقہ کے علمار کو ساتھ لانے سے یکسر بے اعتنائی برت رہے ہیں یہ لوگ کیا ہماری اصلاح کریں گے ان کی خود اصلاح کی ضرورت ہے۔

ذرا اس طرف بھی نگاہ دوڑائیے کہ غیر قوموں کے سرکردہ افراد چنندہ شخصیات آپسی ہزار ہا اختلاف وانتشار اور الزام تراشی کے باوجود اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لیے کس طرح آپسی بھید بھاؤ خلفشار انتشار کو بالائے طاق رکھ کر قوم کی ترقیات اور فلاح کے لیے کام کر رہی ہیں، ایک ہم ہیں کہ آج کے نازک حالات میں بھی آپسی گلے شکوے دور کیے بے غیر سوچتے ہیں کہ خاطر خواہ نتیجہ نکلے تو یہ خام خیالی ہے۔

ضرورت ہے خدا را اپنی ذات وانا کو، گروپ بازیوں کو، مفاد دین کے آگے قربان کرتے ہوئے سب کو ساتھ لے کر یہ کام انجام دئے جائیں تاکہ ملت کے آنسوؤں کو پونچھا جا سکے اور ان کے ایمان کی حفاظت کی تدبیر کی جا سکے۔ اللہ ہم سب کی نصرت فرمائے۔ آمین

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ہمارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے

مولانا ارشد جمال عمار قاسمی کوپا گنج

مِرا قلم تو عدالت مِرے ضمیر کی ہے
اسی لیے تو جو لکھا تپاکِ جاں سے لکھا

خدا نے اگر ہمیں مال و دولت سے نوازا تو اس کا بھی حکم دیا کہ اس کی نعمت کا اظہار ہو، کشادہ قلبی سے، اعانت وامداد سے، فیاضی وفراخی سے، ہمارے پاس پیسہ ہے تو بڑے سے بڑا ولیمہ کریں، بڑی سے بڑی گاڑیوں میں چلیں، اچھا سے اچھا کھائیں، بہتر سے بہتر پہنیں، قسم قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں، کوئی قباحت نہیں، کوئی برائی نہیں، جو اس چیز پر نقد کرتا ہے، طنز اور طعنہ دیتا ہے وہ بر بنائے جلن وحسد اور بغض وعداوت کرتا ہے، خدا نے اسے نعمت دی وہ اظہار کر رہا ہے، ہمیں محروم رکھا تو ہمیں صبر کی تلقین کی، ان مع العسر یسرا کی آیت دی، جنت کی نعمتوں کے وعدے کیے، اور اس تنگ حالی کا آخرت میں بہترین بدل رکھا۔

لیکن دولت آنے کے بعد ان پیسوں کو غلط کاموں میں خرچ کرنے اور بے حیائی وفحاشی میں اڑانے کی بالکل اجازت نہیں دی، یہ تو اب ماضی ہو چکا اس پر کلام کرنا اس کو بڑھاوا دینا ہوگا اور اس کی تشہیر کر کے اپنی بھڑاس نکالنا ہوگا، لیکن اسی ماضی کی ایک کڑی جو انتہائی افسوس ناک اور الم ناک ہے جو آگے چل کر پورے ضلع کو اپنے آغوش میں لے لے گی، اور وبا کی طرح پورے معاشرے میں پھیل جائے گی، پھر سوائے کف افسوس ملنے کے کوئی اور چارہ کار نہ ہوگا، اور وہ چیز بے حیائیوں پر چپی سادھنا اور غلط کاریوں پر خاموش رہنا ہے۔

خلاف شرع کام تو ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں، اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے، لیکن اس کی گرفت کرنے والا، اس پر نقد کرنے والا اور اس کو درست راہ پر ڈالنے والا بھی ہمیشہ سے کسی نہ کسی صورت میں فعال ومتحرک رہا ہے۔ کبھی انبیاء کرام علیہم السلام والتسلیم کی صورت میں، کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صورت میں تو کبھی وارثین انبیاء کرام کی صورت میں۔

بہت افسوس اور کڑھن ہوتی ہے کہ وارثین انبیاء کرام وعلمائے عظام کی یہ حالت ہوگئی کہ ایک غلامانہ زندگی گزار رہے ہیں، حق کو حق کہنے سے ڈرتے ہیں، شریعت کے حکم کو بتانے سے کتراتے ہیں، اپنوں کی خفگی اور ناراضگی کے ڈر سے غلط کو غلط نہیں کہہ پا رہے، غیر شرعی کاموں میں خوش دلی سے شرکت ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی تاویل کرکے اسے جائز قرار دے دیتے ہیں، حالیہ دنوں آنکھوں کے سامنے شریعت کو پاؤں سے روندا جاتا رہا پھر بھی لبوں میں جنبش نہیں ہوئی، بے حیائی کی وہ انتہا کردی گئی کہ خدا کی پناہ۔

جب کہ شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے کسی کی دل شکنی ہو تو اس کا اعتبار نہیں، اور کسی کا اس درجہ خیال کرنا جس سے شریعت کا حکم ٹوٹ جائے یہ درست نہیں۔

مجھے روکنے کی طاقت نہیں، لیکن میرے ہاتھ میں قلم ہے، جس کے ذریعے میں اپنے اور اپنے علمائے کرام کے مرے ہوئے ضمیر کی مسیحائی کی کوشش کر رہا ہوں، رب العزت سے دعا ہے کہ مجھے اس مقصد میں کامیاب کرے۔

میں کٹ گروں یا سلامت رہوں، یقیں ہے مجھے
کہ یہ حصارِ ستم کوئی تو گرائے گا

❁ ❁ ❁ ❁

دردِ دل.....

حبیب اعظمی

حج کا موسم آگیا اور قافلے جانے لگے
اللہ اللہ، رحمتوں سے لطف وہ پانے لگے

بدلیوں کی اوٹ میں سورج بھی جب ڈھلنے لگا
بلبلانِ خوش نوا شاخوں پہ مسکانے لگے

زندگی کی راہ تکتے شام ہونے آگئی
چاہتوں کے پھول دل ہی دل میں مرجھانے لگے

وہ مقام پاک ، وہ ارض حسیں، اور میں بھلا
سوچ کر میرے گنہ مجھ سے ہی شرمانے لگے

جانے والو، آہ کس دل سے کروں تم کو وداع
کچھ تو عرضِ حال سنتے، مجھ کو سمجھانے لگے

ہوں یقیناً میں تہی دامن، یہی کچھ سوچ کر
چھوڑ کر مجھ کو چلے ہو، جاؤ.... کیوں آنے لگے

مجھ کو حاجت ہی نہیں ان ظاہری اموال کی
اشک میرے، ساتھ ہیں میرے، مجھے بھانے لگے

کیا تمہارے دل میں کچھ دردِ محبت ہے ذرا
کس لیے امروز و فردا، غم مرا کھانے لگے

حج تمہارے حاجیو...! مقبول ہوں، مبرور ہوں
بے بسی پر اپنی ہم خود اشک برسانے لگے

مظہرِ عشقِ الٰہی، حج بیت اللہ ہے
حاجیوں کے بھی نصیبے ان پہ اترانے لگے

وجد میں پھر محو ہے یہ بلبلِ شیریں نوا
صبحِ نَو کی لے کے پھر امّید ہم گانے لگے

تم بھی مشتاقِ زیارت ہوگئے ان کے حبیبؔ
چھیڑ کر پھر ذکر ان کا، دل کو بہلانے لگے

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تعارف وتبصرہ

مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ - حیات وخدمات

مولانا عبدالعلیم قاسمی اعظمی

نام: مولانا رحمت اللہ اعظمی حیات وخدمات
مصنف: حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری
صفحات: ۴۰
ناشر: تحریک دین وسنت محمد آباد گوہنہ مئو

مفتی یسین مبارک پوری کے خاص تربیت یافتہ، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے تلمیذ رشید، مولانا رحمت اللہ اعظمی ابراہیم پوری ضلع اعظم گڑھ کے مشہور قصبہ جین پور میں ۱۹۴۰ء میں ایک ھندو گھرانہ میں پیدا ہوئے، آپ کا نام رگھبیر تھا، بچپن میں کھیل، تماشوں سے زیادہ لگاؤ نہیں تھا؛ بلکہ لکھنے پڑھنے کا شوق تھا، لیکن معاشی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم وتعلم کی عمر میں حصول رزق کے لیے ایک مسلم خاندان میں ملازمت کرنی پڑی، آپ ہندو تہذیب وتمدن خصوصاً میت کو جلانے وغیرہ سے نفرت کرتے تھے، دل میں حق کا داعیہ تھا، اور شروع ہی سے اسلام سے متاثر تھے، کتاب ھدایت ''قرآن'' کے پڑھنے کے خواہش مند تھے، ملازمت کے دوران مسلمانوں کو پاک اور صاف ستھرے لباس میں نماز پڑھتے دیکھتے تو بہت متاثر ہوتے، جوں جوں شعور نے ترقی کی، عقل میں اضافہ ہوا، سوچنے، سمجھنے کی عمر بڑھی، تو بے چینی میں اضافہ ہوا، جس سکون واطمینان کی تلاش تھی، وہ ان کو اسلام میں نظر آیا، چناں چہ اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لینے کے لیے مختلف مرتبہ ملازمت سے راہ فرار اختیار کی، لیکن کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ جامعۃ البنات جین پور کے ناظم سے

ملاقات ہوئی تو حال دل بیان کیا، اپنی حسرت دل اور تڑپ کا اظہار کیا چناں چہ انہوں نے ایک دن متعین کیا کہ اس دن تشریف لائیں اور مولانا عبدالمنان صاحب استاذ احیاء العلوم کے ساتھ مبارک پور جا کر اپنی خواہش پوری کریں، بالآخر وہ دن آ گیا کہ سالوں کے ارمان پورے ہوں گے، دل کی تڑپ ختم ہوگی، دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوگا، خوشی کا کیا ٹھکانہ رہا ہوگا یہ صاحب حال ہی کو معلوم ہوگا، ممکن ہے اسی خوشی نے نیند کو ختم کر دیا ہو؛ یہی وجہ ہے کہ صبح سویرے اٹھے اور جین پور اس وقت پہنچے کہ مولانا عبدالحکیم صاحب ابھی وضو کر رہے تھے، انہیں تعجب ہوا، چناں چہ مولانا عبدلمنان صاحب کے ساتھ احیاء العلوم تشریف لائیں، مفتی یسین مبارک پوری نے کلمہ پڑھا کر آپ کو حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا اور آپ کا نام ''رحمت اللہ'' رکھا۔

اس وقت ۱۵/سال عمر ہونے کے باوجود حصول علم کا جذبہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے شروع سے عربی تک تمام تعلیم روپوش رہ کر مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں مفتی یسین صاحب کی سرپرستی ونگرانی میں حاصل کی، اس دوران گھر والے سمجھ رہے تھے کہ آپ مبارک پور کسی لوم وغیرہ میں کام کر رہے ہوں گے، آپ کو مبارک پور میں بہت تلاش کیا، لیکن کامیابی نہیں ملی، احیاء العلوم میں تعلیم کے دوران آپ کی کوششوں سے آپ کے والد بھی ایمان لے آئے۔ احیاء العلوم میں حصول علم کے بعد مزید تعلیم کے لیے دارالعلوم میں داخلہ لیا لیکن ابھی چھ ماہ گزرے تھے کہ ایک ہنگامہ کی وجہ سے مظاہر العلوم میں داخلہ لے لیا اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی، تعلیم سے رسمی فراغت کے بعد پوری زندگی مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دی۔ ۲۰۱۷ء کو ۷۷/سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

زیر نظر کتاب ایک لائق و فائق فرزند کی جانب سے بہترین خراج تحسین ہے، مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نے اپنی والد گرامی کی مفصل سوانح قلم بند کی ہے، لیکن ابھی شائع نہیں ہوئی، اسی دوران ان کے دل میں ''تذکرہ علماء ابراہیم پور'' لکھنے کا داعیہ پیدا

ہوا، جس کے لیے انھوں نے ابراہیم پور کے مختلف علماء کے سوانحی مضامین لکھے، اپنے والد گرامی پر بھی ایک مضمون مفصل کتاب کی روشنی میں لکھا، اسی لیے تفصیلی سوانح حیات سے قبل اس مختصر مقالہ کو شائع کر دیا، کتاب کے شروع میں مصنف کے ''پیش لفظ'' کے علاوہ مفتی وصی الرحمٰن قاسمی کے ''کلمات تحسین'' ہیں، اصل مقالہ ۳۰ر صفحات پر مشتمل ہے جس میں اپنے والد گرامی کی داستان قبول اسلام، تعلیمی زندگی و تدریسی خدمات اور دیگر سوانحی حالات کو مختصرا ذکر کیا ہے، کتاب کے مصنف نوجوان قلم کار مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی قاسمی ابراہیم پوری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کی کوششوں سے دیار اعظم گڑھ خصوصا مبارک پور کی مختلف شخصیات کی زندگی کا احیاء ہو رہا ہے، ان کی خدمات پردہ خفا سے باہر آ رہی ہیں، ان کے کارنامے ضلعی حدود سے نکل کر ایک بڑے حلقے کے سامنے آ رہے ہیں، انہوں نے مختلف شخصیات اور موضوعات پر دسیوں کتابیں تصنیف و ترتیب دی ہیں، ان کی مختلف کتابیں ابھی بھی منتظر اشاعت ہیں جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ''سوانح مولانا رحمت اللہ اعظمی'' اور ''تذکرہ علماء ابراہیم پور'' کا علم ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت میں آسانی وسہولت پیدا فرمائے، مصنف کو مزید ترقیات سے ہمکنار فرمائے۔

(بقیہ ص۲۲ کا) ....افسوس کہ راقم السطور اتنی عظیم شخصیت کی دید و زیارت اور شرف ملاقات سے محروم ہی رہا، اِدھر کچھ عرصہ سے طبیعت میں متعدد بار تقاضا ہوا کہ وقت کے اس عظیم بزرگ عالم سے کسی دن لکھنؤ جا کر ملاقات کر لی جائے، لیکن آہ.... زندگی کی اپنی لاتعداد مجبوریاں ہمیشہ حائل رہیں اور چند روز قبل مولانا کی علالت کی خبروں کے بعد گزشتہ ۲۱ر رمضان کو ان کی وفات کی خبر بھی آ پہونچی۔ فیا حسرتاہ....!!

اللہ ان کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی تمام تر دینی و علمی خدمات کو قبول فرمائے، اپنی رحمت و رضوان سے نواز کر اپنے مقبولین و صالحین بندوں میں شامل فرمائے اور اپنی وسیع جنت کا انھیں مستحق بنائے۔ آمین یارب العالمین

آہ....مولانا سید محمد رابع حسنیؒ

مولانا حبیب الرحمن الاعظمی ابراہیم پوری

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۳؍اپریل ۲۰۲۳ء جمعرات کی شام کو متعدد واٹساپ گروپ کے ذریعہ یہ الم ناک اطلاع ملی کہ مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون.

کلمات ترجیع کی ادائیگی کے ساتھ ہی مولانا کا منوّر چہرہ اوران کے روشن نقوش نگاہوں کے سامنے آ گئے، ان کی بلند و بالا اور وسیع تر خدمات ذہن میں گردش کرنے لگیں اوران کی عظمت و رفعت کے ساتھ ہی ان کی الفت ومحبت میں ڈوب کران کی جدائی کے صدمے سے دل زاروقطار آنسو بہانے لگا۔

وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جیسی عظیم درسگاہ کے موقر ناظم اور ہندوستان میں مسلمانوں کی متحدہ ملی تنظیم ''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے صدر مکرم ہونے کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے معزز رکن بھی تھے اور متعدد دینی اداروں اور تنظیموں کے رہنما وسرپرست بھی تھے۔

پچاس سے زائد اردو وعربی زبان میں ان کی دینی وعلمی کتابیں اور لاتعداد اردو و عربی مقالات ومضامین ہیں، ان کے حالات وخدمات پر مشتمل غالبًا خودان کی خود نوشت سوانحی کتاب ان کی حیات ہی میں شائع ہوکر مقبول ہوگئی تھی، جسے ان کے کسی عزیز نے مرتب کیا تھا، کچھ عرصہ قبل مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی زیدمجدہ نے اس کتاب کا بھی تعارف لکھ کر ''پاسبان علم وادب'' (واٹساپ گروپ) میں پیش کیا تھا۔

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی حسنیؒ کے علمی و روحانی فیض یافتہ و جانشین کی حیثیت سے آپ کی ایک خاص پہچان تھی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ان کی تعلیم و

تربیت گاہ بھی تھا اور فراغت کے بعد ان کی عظیم تر خدمات کا مرکز بھی، جہاں سے ان کے سیکڑوں تلامذہ تیار ہوئے، جو پورے عالم میں ان کے دینی و دعوتی مشن کو عام کر رہے ہیں۔ **اللھمّ زد فزد**

وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا، بورڈ کے متفقہ صدر کی حیثیت سے بھی ملک کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تھے، ملکی حالات پر ان کی خاص نگاہ رہتی تھی اور مشکلات ومسائل کے حل کے لیے وہ فکر مند رہا کرتے تھے۔

آخر عمر میں اپنی پیرانہ سالی اور ضعیفی وعلالت کے باوجود بھی ہمیشہ ملی مسائل کے بہتر حل کے لیے کوشاں رہے اور امت کے درد وغم کے لیے کامیاب مرہم تلاش کرتے رہے؛ تا آں کہ ''مرشد الامت'' لقب ہی ان کی پہچان بن گیا۔

یقیناً ان کی ذات ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بڑی اہم اور بحیثیت سرپرست تھی، مسلمانوں کے داخلی و خارجی مسائل کے حل کے لیے بھی وہ متفکر رہا کرتے تھے اور ہر سطح پر ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے، اس سلسلے میں ان کے ملک وبیرون ملک بہت سارے اسفار بھی ہوا کرتے تھے۔ ان کے اصلاحی بیانات، علمی خطابات اور دینی مواعظ کو اگر جمع کیا جائے تو مستقبل میں بہت عظیم اور مفید کام سامنے آسکتا ہے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے بے شمار تلامذہ اور عقیدت منداپنے قلبی تاثرات اور دلی صدمے کا اپنی زبان وقلم سے اظہار کر رہے ہیں اور ان کی ہمہ جہت خدمات و مآثر کو بیان کر رہے ہیں۔

راقم السطور اپنے زمانۂ طالب علمی میں ہی ان کی مشہور کتاب ''جزیرۃ العرب'' کو پڑھ چکا تھا، جو اب بھی میرے پاس ہے۔ نیز ندوہ سے شائع ہونے والے اردو وعربی رسائل وجرائد (تعمیر حیات، الرائد، البعث الاسلامی) میں آپ کے قلمی جواہرات سے حسب وسعت استفادہ کیا کرتا تھا، تعمیر حیات کے سرورق پر بسا اوقات آپ کے اہم اقتباسات مندرج ہوا کرتے تھے، جن میں امت کے لیے عظیم پیغام ہوا کرتا تھا۔

(بقیہ ص۲۰ پر)

افکار کی ڈاک

(قارئین ''افکار'' کے منتخب تبصرے)

جنوری، فروری ۲۰۲۳ء

آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں

ماشاء اللہ، بہت مبارک باد...... آپ کی محنت، لگن، جدوجہد واقعی قابل ستائش ہیں، ایک طرف بخاری کی تدریس، دوسری طرف کتابوں کا تعارف، نظم وترانہ اور نعت گوئی، مزید رسالہ (دوماہی افکار) کی ادارت اور (سہ ماہی پیغام شکراللہ) کی نائب ادارت کے فرائض، اور فیملی کی ذمہ داری کا بوجھ الگ، آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، آپ کی محنت ولگن خود میرے لئے ایک محرک اور داعی ہے کہ.........ع

اگر ہمت کرے تو کیا نہیں انسان کے بس میں

اللہ آپ کی محنت کو قبول فرمائے۔

ان شاء اللہ کچھ نہ کچھ سپرد قرطاس کی کوشش کروں گا۔

تبصرہ نگار: مولانا ڈاکٹر حسان ساجد صاحب قاسمی ندوی زیدمجدہ

ریسرچ اسکالر ملیشیا اسلامک یونیورسٹی ملیشیا

اس میں ادب کی چاشنی ہے

رسالہ بہت شان دار اور جان دار ہے، مختلف النوع مضامین کو شامل کیا گیا ہے، پڑھ کر بہت اچھا لگا، پڑھتے ہوئے نہ اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے نہ ذہن کہیں بھٹکتا ہے، یہ رسالہ بے جا طوالت سے پاک اور زبردستی کے اختصار سے محفوظ ہے، بسم اللہ سے تمت تک کا حسین سفر بحسن وخوبی اختتام کو پہونچا، بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ اس میں

ادب کی چاشنی کے ساتھ سحر انگیز انداز ہے۔

اللہ رب العزت اسے مقبولیت سے نوازے اور آپ کے لئے اور دیگر تمام ممبران کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

تبصرہ نگار: مولانا ارشد جمال عمار صاحب قاسمی کوپا گنج ضلع مئو

ہر طرح کا تعاون پیش کریں!

اللہ تعالیٰ اس دوماہی رسالہ ''افکار'' کوعوام کے لیےفکر دین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اگر ایک نظر ادھر مرکوز کی جائے کہ حصول دنیا کی خاطر اہل دنیا طرح طرح کے راستے پر قدم رنجہ ہیں اور حتی المقدور کوششیں بھی کی جارہی ہیں، اس میں چھوٹی سے چھوٹی جدوجہد بھی ہے اور بڑی سے بڑی بھی، اس کا اثر آج یہ ہے کہ انسان دنیا میں بہت آگے ہوتا چلا جارہا ہے، لیکن دار بقا کے لیے جس جدوجہد کی ضرورت ہے، آج ہم اس سے خالی ہیں۔

یہ فکروسوچ ہمارے اندر کیسے پیدا ہو؟ اس کو ہویدا کرنے کے لیے امت کے فکر مند علما، مختصر چھوٹے بڑے رسالوں اور کتابچوں کے ذریعے مسلم عوام کو دین سے قریب تر کرنے کے لیے طریقے اختیار کررہے ہیں۔

اس لیے عوام الناس کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس طرح کے رسالوں کو خرید کر دینی حمیت کا ثبوت پیش کریں اور دامے درمے سخنے قدمے ہرطرح کا تعاون پیش کریں۔

تبصرہ نگار: مولانا مفتی وصی الرحمن صاحب قاسمی محمد آبادی
استاذ حدیث جامعۃ الزاہدات اتراری خیرآباد ضلع مئو

کبھی سوچا نہیں کہ......

الحمدللہ رسالہ کا سرسری مطالعہ کیا، کئی اچھے موضوع کو جگہ دی گئی ہے، کئی اچھی نظمیں شامل کی گئیں، سیکولرزم پر میرے مضمون کو شامل کرنا میرے لیے بڑی بات ہے، جب کہ یہ مضمون عام روش سے ہٹ کر ہے.... ''استاذ کا ڈنڈا''... (بقیہ ص ۱۱ پر)